ڈاکٹر آصفہ زمانی

تاریخ اودھ کا ایک نادر و نایاب ماخذ... "تاریخِ فرح بخش" (جلد دوم)

An Important, Unique and Precious of the History of Awadh, "History Farah Bux" (Volume 2)

Abstract:

Dr. Asifa Zamani, Prof: Amritas, Ex: Chairman, Urdu Department, Lucknow University, India

In India, from 2nd Half of the 10th Century to the 1st Half of 19 Teen Century is the age of Persian Civilization and Literature.

Imbrossed text on the different buildings of the time, coins, royal orders, books are written in Persian language, which are very important in social and political history of India.

History Farah Bux, is a segment in this continuity. Which is written by "Munshi Faiz Bux Faiz", it consists of two volume.

Some portions of the 1st volume are related with detail about Sultan of Delhi and the rest is a detailed discussion on the hunting activities, political role, law and order by Nawabs (Lords) it also depicts the environment of Faizabad and luck now.

English version of this book by HOVI.C.S. "Chronical of Delhi and Faizabad" is available.

The 2nd volume of this book is related with "Baho Begum" (Wife of Nawab Shujauddolah and the mother of Asifuddoullah) and her wisdom. A part from this it has also some details about the last days of "Baho Begum", the story of conspiracy, famous Allegory Singers (Marsia Goyaan) and their life history last days of Faizabad. Some details about the important personalities around "Baho Begum".

ہندوستان میں دسویں صدی عیسوی کے نصفِ آخر سے انیسویں صدی عیسوی کے نصفِ اول تک کا زمانہ فارسی زبان و ادب کا زمانہ رہا ہے، لہٰذا ہندوستان کی گذشتہ سیاسی و اجتماعی، ثقافتی، فنی یا تہذیب اور تاریخ کو سمجھنے کے لیے غلام خاندان، خلجی، تغلق، لودی خاندان تا آواخر زمانِ تیموریان کے زمانے کے فارسی ادب سے چشم پوشی ممکن نہیں، اس زمانے کی تعمیر شدہ عمارات پر کندہ عبارات سکہ جات، فرامین سب ہی فارسی زبان میں تحریر ہیں۔ اس طرح

سے تاریخی کتب مثلاً ''طبقاتِ ناصری'' از منہاج سراج، ''تاریخ فیروز شاہی'' از ضیاء الدین برنی میں ''کتبِ التواریخ'' از عبدالقادر بدایونی، ''تاریخِ فرشتہ'' از محمد قاسم فرشتہ نیز ''تاریخِ الفی''، ''طبقاتِ اکبری''، ''تاریخِ حقی''، ''زبدۃ التواریخ''، ''روضۃ السلاطین''، ''ہفتِ اقلیم'' اور ''تاریخ ہمایوں'' کے مطالعہ کے بغیر کیا ہندوستان کی تاریخ مکمل ہوسکتی ہے، نفی میں جواب دینا آسان نہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی ''تاریخ فرح بخش'' ہے جو اس وقت ہمارا موضوع ہے۔

''تاریخِ فرح بخش''، منشی فیض بخش فیضؔ کی تصنیف ہے۔ منشی فیض بخش، ''بہو بیگم'' (زوجۂ نواب شجاع الدولہ، مادر آصف الدولہ بہادر) کے زمانے میں ''میر منشی'' کے عہدے پر فائز تھے۔

منشی فیض بخش کو نابغۂ روزگار کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، ان کی کتب ان کے نام کو زندہ رکھنے کے لیے کافی ہیں ان تاریخی کتب میں ''مثنوی باغ و بہار''[1] ''چشمۂ فیض''[2] اور ''تاریخ فرح بخش'' بہت مشہور ہیں۔

''تاریخ فرح بخش'' دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

پہلی جلد کا کچھ حصہ دہلی کے سلاطین کے حالات سے متعلق ہے، بقیہ حصہ نوابینِ اودھ کے سیر و شکار اور سیاسی نظم و نسق پر تفصیلی بحث ہے۔ نیز اس حصے میں فیض آباد اور لکھنؤ کے متعلق بھی تفصیلی حالات درج ہیں۔ ولیم ہوی۔ سی۔ ایس نے ۱۸۸۹ء میں اس پہلی جلد کا انگریزی زبان میں ترجمہ مندرجہ ذیل عنوان سے کیا تھا۔

"Chronical of Delhi and Faizabad" اُردو زبان میں اس کے نسخے دانش گاہِ پنجاب، لاہور (پاکستان) اور ''کتب خانۂ انوڈیہ کاکوری'' (ہندوستان) میں موجود ہیں۔

اس کتاب کی دوسری جلد ''بہو بیگم'' کے امورِ فہم (۱۲۳۴ھ) ہے متعلق ہے۔ اس دوسرے نسخے کے سلسلہ میں بہت کم لوگوں کو علم ہے، اس کا نسخہ پروفیسر مسعود حسن رضوی (لکھنؤ) کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

''تاریخ فرح بخش'' کا یہ خطی نسخہ ۱۲۳۴ھ کا کتابت شدہ ہے۔ کاتب کا نام واضح نہیں ہے۔ ممکن ہے یہ خطی نسخہ خود مصنف کی تحریر کا نتیجہ ہو۔ اس نسخہ میں ۶۳ اوراق ہیں اور ہر ورق میں ۱۲ سطریں ہیں۔ تحریر خوش خط نستعلیق اور باریک ہے۔ زبان نہایت سلیس و آسان ہے۔ لیکن نسخہ بے حد پرانا اور کرم خوردہ ہے چوں اس نسخہ کا تعلق تاریخ اودھ سے ہے لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اودھ کی تاریخ کا مختصراً ذکر کردیا جائے۔

اودھ، اتر پردیش کا ایک حصہ رہا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ سلطنت اودھ، ادبی وتہذیبی لحاظ سے ہمیشہ ممتاز رہا۔ اٹھارھویں صدی عیسوی کے رُبع اول میں، نواب محمد امین سعادت خاں برہان الملک نے اودھ کی نیم خود مختار حکومت قائم کی۔ نواب وزراء کا پہلا پایۂ تخت فیض آباد تھا، شجاع الدولہ اور تامطور پر ان کی زوجہ ''بہو بیگم'' کے زمانے میں فیض آباد کو ادبی و ثقافتی مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ ''بہو بیگم'' ایک منظم و مدبر خاتون تھیں انھوں نے اپنی فہم و دانش سے ہر خاص و عام کا دل مٹھی میں کر رکھا تھا۔ نواب شجاع الدولہ کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے ''آصف الدولہ'' تخت نشین ہوئے۔ انھوں نے ''لکھنؤ'' کو دارالخلافہ بنایا۔ چناں چہ دیکھتے ہی دیکھتے فیض آباد کی ساری رونق لکھنؤ میں منتقل ہوگئی۔

اُس زمانے میں حکومتِ تیموریہ سمٹ کر قلعہ معلّیٰ تک محدود ہو چکی تھی۔ ہندوستان طوائف الملوکی سے دو چار تھا۔ آہستہ آہستہ ہندوستان پر انگریزوں کا شکنجہ کستا جارہا تھا۔ نواب سعادت علی خاں کے زمانے میں اودھ کا نصف حصہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۸۵۷ء میں اودھ کے آخری تاج دار، واجد علی شاہ بھی معزول کرائے گئے، مٹیا برج میں قید کیے گئے۔ جہاں انھوں نے ۱۸۸۷ء کو اس جہاں فانی کو خیر باد کیا۔

تاریخ فرح بخش، ''بہو بیگم'' کے آخری ایام کی ریشہ دوانیوں کی کہانی سناتی ہے۔ اس کتاب کی اہمیت اس وجہ سے مسلّم ہے کہ مصنف نے ان تمام واقعات کا بہ چشم خود مشاہدہ کیا اور اسے بے کم و کاست، غیر جانب دارانہ قلم بند کر دیا۔ وہ واقعات جو جلد اوّل میں مختصراً بیان ہوئے ہیں۔ اس جلد (دوم) میں تفصیل سے پیش کیے گئے ہیں۔

محلات شاہی میں خواجہ سراؤں کی بڑی اہمیت تھی ''عہد شجاع الدولہ'' میں ان کی تعداد سو سے زائد تھی۔ مؤلف ''تاریخِ فرح بخش'' نے چند مشہور خواجہ سراؤں کا تعارف پیش کیا ہے۔

ان میں بہادر علی خاں جواہر علی خاں اور خاص طور سے داراب علی خاں قابل ذکر ہیں۔ داراب علی خاں کی مصروفیات کا تفصیل سے ذکر ہے مثلاً ''شجاع الدولہ'' کی سلطنت میں ان کے ذمہ کیا کام تھا، ''بہو بیگم'' کو اُن پر کس قدر اعتماد تھا وہ خود ''بہو بیگم'' کے کس قدر مطیع و فرمانبردار تھے نیز ''بہو بیگم'' کی وفات کے بعد ۱۲۳۱ھ میں ان کے انتقال پر انھیں کس قدر عزت و احترام سے سپرد خاک کیا گیا وغیرہ وغیرہ مؤلف ''تاریخِ فرح بخش'' لکھتا ہے کہ بیگمات کی خدمات کے لیے کنیزیں، مامائیں، اصیلیں، بوبو اور چھوچھو ہوا کرتی تھیں۔ ان میں بوبو 'صباح الخیر' اور بوبو 'سدھ بچن' سب سے زیادہ ممتاز تھیں۔

''تاریخِ فرح بخش'' میں مشہور مرثیہ گویاں کا بھی ذکر ہے، مرثیہ گوئی، نواب صفدر جنگ کے زمانے میں شروع ہوئی اور امام باڑوں کی عمارت سازی کا آغاز ہوا۔ جس وقت محمد رفیع سودا نے فیض آباد میں قدم رکھا اس وقت یہاں باقاعدہ مرثیہ کا آغاز ہوا۔[۳] ''تاریخِ فرح بخش'' میں فیض آباد کے آخری ایام اور حالتِ زار کے ذکر کے ساتھ سودا کا یہ شعر بھی رقوم ہے۔

یہ باغ کھا گئی کس کی نظر نہیں معلوم
نہ جانے کنے رکھا اس میں آ کے مقدم شوم

(تاریخ فرح بخش جلد دوم ص ۷۳)

مرثیہ گویوں میں مقبلؔ، افسردہؔ اور میر محبؔ کے بارے میں تفصیلی معلومات ہیں۔ ان شعراء کے حالاتِ زندگی سے اس وقت کے لکھنؤ کے شعری مزاج کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ شعراء کے علاوہ ''بہو بیگم'' کے خاص مستولین میں مرزا فدا حسین، منشی سجاد علی، میر نجف علی، محمد نصیر خاں، مرزا حسین علی چکلہ دار، داراب علی خاں، تراب علی، گنج علی (فوجدار سلون) مرزا پناہ علی بیگ وغیرہ کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں بیشتر جگہوں پر خود مؤلف کے بارے میں معلومات فراہم ہوتی ہیں مثلاً یہ کہ وہ بہو بیگم کی خدمت میں تیس (۳۰) سال ملازم رہے یا یہ کہ بہو بیگم کے خاص خطوط کے جوابات وہ خود دیا کرتے تھے۔

نیز یہ کہ داراب علی خاں، بہو بیگم کی وفات کے بعد بہو بیگم کی جاگیر کی نگہداری انتہائی ایمان داری سے کرتے رہے۔ داراب علی خاں کے انتقال (۱۲۳۳ھ) کے بعد فیض آباد کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔ کتاب ''تاریخ فرح بخش'' کے آخری اوراق میں مؤلف نے فیض آباد کی ویرانی و واژگونی کا ذکر کرتے ہوئے تاریخ کو ختم کیا ہے۔

حوالے

۱۔ یہ مثنوی حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔ اس کا مکمل نسخہ ''کتاب خانہ انوریہ'' کاکوری میں محفوظ ہے۔

۲۔ نسب نامہ مردم کاکوری۔

۳۔ ''اُردو مرثیہ''، مرتبہ ڈاکٹر شارب ردولوی، مقالہ مشمولہ پروفیسر اکبر حیدری، اُردو اکیڈمی، دہلی ۱۹۹۱ء، ص ۳۱۔

o ------ o